تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے
گنبدِ خضراء کی
پُرسوز داستان
خاکِ حجاز کے نگہبان
مُصنّف: صلاح الدین محمود
جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب	ــــــــــ	خاک حجاز کے نگہبان
مصنف	ــــــــــ	جناب صلاح الدین محمود صاحب
ضخامت	ــــــــــ	۳۲ صفحات
اشاعت نمبر	ــــــــــ	۵۳
تعداد	ــــــــــ	۲۰۰۰
سن اشاعت	ــــــــــ	جون ۱۹۹۷ء
ہدیہ	ــــــــــ	دعائے خیر بحق معاونین

مفت ملنے کا پتہ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، کراچی ۷۴۰۰۰

مقدمہ

اسلام دین فطرت ہے ...... رب لم یزل نے اس کی فطرت میں لچک رکھی ہے ...... اسلام دشمن عناصر کی جانب سے اس پر جس قدر دباؤ ڈالا جائے گا اور ...... جتنا اسے مٹانے کی کوشش کی جائے گی اتنا ہی یہ ابھرے گا۔

ابتدائے آفرینش سے اگر ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام ہمیشہ باطل سے ہونے والے معرکوں کے بعد کچھ اور نکھر کر سامنے آیا ہے ...... حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور نمرود کے مابین ہونے والے ٹکراؤ اور نمرود کی شکست ...... اور موت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی کامیابیاں کس سے مخفی ہیں ...... اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے فرعون سے ہونے والے معرکہ ...... اور فرعون اور اس کے جادوگروں کی شکست اور ...... فرعون کے غرق آب ہونے کے بعد حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو حاصل ہونے والی کامیابیوں کو کون نہیں جانتا ...... اسی طرح سرکار کریم ﷺ کے مقابل ابو جہل اور ابو لہب کے خائب و خاسر ہونے ...... اور غزوہ بدر، احد، حنین و خندق میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابیوں ......اور کفار کی شکست و ہزیمت کے بعد اسلام کی سربلندی سے کون واقف نہیں۔

اسی طرح عہد رسالت کے بعد دور صدیق اکبر میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے دجالوں کی سرکوبی ......اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کامیاب جہاد کے بعد مسلمانوں کا عروج کس سے پوشیدہ ہے ...... عہد فاروقی میں مسلم سلطنت کی توسیع اور اسلام کا روز افزوں ترقی کرنا تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

اسی طرح چشم فلک ہمیشہ سے حق و باطل کے مابین ہونے والے معرکوں اور ان میں حق کی جیت کو دیکھتا آ رہا ہے۔

جب تفضیلیوں کے فتنہ نے سر اٹھایا تو اس وقت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اپنے مجاہدانہ اقدام سے اس فتنہ کا سر کچل کر رکھ دیا ...... اور ان کے باطل عقائد و نظریات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔

اکبر بادشاہ کے دور میں جب اکبر بادشاہ نے نام نہاد دین الٰہی کی بنیاد رکھی تو اس

وقت کے مجدد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنی سرفروشانہ کاوشوں سے کچھ اس طرح اس فتنہ کی بیخ کنی کی کہ ...... آج اس خود ساختہ دین کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

اسی طرح حق و باطل کے مابین معرکے جاری رہے ...... اور بارھویں صدی ہجری میں سرزمین عرب سے ایک شخص محمد بن عبد الوہاب نامی اٹھا جس نے ایک نئے فتنہ کی بنیاد رکھی جو کہ آگے چل کر نجدی' وہابی اور دیوبندی کہلایا ...... اس فرقہ نے نہایت تیزی سے اپنے غلیظ و گمراہ کن عقائد کو چار سو عالم میں پھیلایا ......اس فتنہ کے رد کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا خان کو منتخب کیا جنھوں نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اس پر کاری ضربیں لگائیں اور ...... ساری دنیا کے سامنے اس فتنے کے گمراہ و غلیظ عقائد کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

اس فرقہ کی ازلی شقاوت و بغض کی داستان جو آثار و یادگار رسول ﷺ کے ساتھ ظلم و بربریت پر مشتمل ہے ...... تاریخ اسلام کا ایک سیاہ باب ہے۔ حرم پاک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ان کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوا اور ...... انھوں نے آثار و باقیات رسول ﷺ کے خلاف ایسے ظالمانہ اقدامات کیے جن پر آج بھی چشم مسلم گریاں و نالاں ہے۔

آج کل یہی قوم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قابض ہے اور ...... ان کی بد اعمالیوں اور بد افعالیوں سے پوری دنیا واقف ہے ...... عالمی ذرائع ابلاغ کا اگر مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ فی زمانہ دولت کی فراوانی نے ان کے اندر لاتعداد معاشرتی و اخلاقی برائیوں کو جنم دیا ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ :

پڑھتا ہوں تو کہتی ہے یہ خالق کی کتاب' ہیں مثل یہودی یہ سعودی بھی عذاب
اس قوم کے بارے میں قہر کیا لکھے' کعبہ کی کمائی سے جو پیتے ہیں شراب

دنیاوی عیش و عشرت و لہو و لعب میں پڑ کر اس قوم کے دل مردہ اور ذہن بے حس ہو چکے ہیں ...... جس کے باعث وہ سرکار کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر تو درکنار ان کے احسانات کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔ کیا خوب فرمایا امام اہلسنت نے کہ

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیوں کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہ مضمون ایک ایسے ہی سوختہ دل نے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر صفحہ قرطاس پر ابھارا ہے۔ جناب صلاح الدین محمود صاحب جنھوں نے ۱۳۹۰ھ میں حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں پر آثار رسول ﷺ کے ساتھ نجدیوں کے ظالمانہ اقدام نے ان کو اس مضمون کے تحریر کرنے پر مجبور کیا۔

امید ہے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی دیگر مطبوعات کی طرح یہ کتاب بھی قارئین کرام کے معیار پر پورا اترے گی۔ یہ کتاب جمعیت اشاعت اہلسنت کی طرف سے شائع ہونے والی ۵۳ ویں کتاب ہے۔ جو کہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے و طفیل جمعیت کی اس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب کو نافع ہر خاص و عام بنائے۔

فقط

محمد جنید قادری

کارکن جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک بات

میں بچپن سے اپنے حواس کے "نقش اول" کی تلاش میں ہوں۔ اور چونکہ 'میرے واسطے' رسول پاک ﷺ ہی میرے حواس کے لئے باعث وجود ہیں اس لئے محض وہی میرے حواس ہی کا نہیں بلکہ میرے ایمان تک کا نقش اول بھی ہیں۔ میرا یہ سفران لمحات سے جاری ہے کہ جن میں'...... میں غیب گزار کر...... اس جہاں میں آیا تھا...... اور اس وقت تک جاری رہیگا کہ جب میں یہ جہان صرف کرکے دوبارہ غیب میں گزر جاؤں گا...... مگر اپنے حواس کے ازل کو دریافت کرنے کیلئے اس جہان کی بھربھری خاک پر مجھ کو رسول پاک ﷺ کے قدموں کے نشان کی ضرورت ہے تاکہ مجھ پر غائب اور موجود...... دونوں کے راز وا ہوسکیں۔

کیا کسی چٹیل میدان کی ڈگر پر یا کسی انجان وادی کے خم پر...... کیا اپنے اندر یا باہر...... یا پھر اس آئینے کی دھار پر کہ جو اندر اور باہر کو ایک کرتی ہے' میں یہ نشان پا سکوں گا......؟...... اس کی خبران نشانات ہی کو ہے...... مگر تلاش میرا منصب ہے...... سو تلاش جاری ہے......

اس ہی تلاش کی ایک لازم کڑی کے طورپر' ۱۳۹۰ھ اور ۱۳۹۱ میں میں نے حجاز کا سفر اختیار کیا تھا۔ زیر نظر مضمون اس ہی سفر کا ایک بیان ہے۔

صلاح الدین محمود' لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ اجمعین

ترکوں نے حجاز پر اپنے دور حکومت کے دوران رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لیکر آپ کے وصال تک کے ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی...... روحانی...... تاریخی اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ کام ایک غیر شعوری سطح پر تو عہد نبوی ﷺ ہی سے جاری تھا۔ مگر اب کوئی ایک ہزار برس گزر چکے تھے۔ اور اب یہ ضروری تھا کہ ایک شعوری اور حتمی سطح پر یہ عمل ہو۔ اس کام کے واسطے جنون کی حد تک رسول پاک ﷺ سے محبت اور انسانی حواس کی حدود تک نفاست اور ذہنی سچائی کی ضرورت تھی۔ یہ رحمت ترک لحن میں موجود تھی اور اسی واسطے وہ اس کام میں تقریباً مکمل کامیاب ہوئے تھے۔ ترکوں کا انسانیت پر یہ سب سے بڑا احسان ہے۔

انکو علم تھا کہ جس خطہ زمین پر آپکا نزول ہوا اور آپ کا پہلا قدم پڑا کہ جس ہوا کا پہلا سانس آپکے اندر جذب ہوا اور جس نے آپ کی آواز کا گداز پہلی بار برداشت کیا کہ جس ہوا کی سہار سے پہلے پرندے کی پکار آپ تک آئی اور پھر جس خلا کے خم سے چاند اور سورج نے پہلی بار آپ کو اور آپ نے پہلی بار انکو دیکھا کہ جہاں جہاں آپ کی بینائی میں نئے ستاروں کا وقوع ہوا اور جس جس طور آپکی وسیع ہوتی آنکھوں نے ان کی دوہری حرکت کو واحد کرکے اپنے لہو میں سمویا کہ یہ قد آور لمحے' گوشے' چپے اور ہوا اور بینائی...... صدا اور شنوائی کے نقش اول محض رسول اللہ ﷺ ہی کے نہیں...... بلکہ آتی دنیا تک ہر نئے کلمہ گو کے لہو کا اول' ازلی' آبائی اور اصلی نشان ہیں۔ اس بات کا انکو مکمل علم تھا۔ سو ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے پنپ پاکر اس بڑے ہوتے بچے میں بنو سعد کی خصلت اور محبت سے آغاز کرنیکا ارادہ کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

مگر سب سے پہلے انہوں نے مدینہ منورہ میں اس میدان کا تعین کیا کہ جہاں مرنے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے گھر سے دور...... بخار کی گرمی اور بے چینی کو مٹانے کے واسطے...... ایک شام...... چند لمحات کے واسطے گشت کیا تھا۔ اور پھر اپنی کم سن، خوبصورت اور ہنس مکھ بیوی کو بیوہ اور ابھی ماں کے بدن ہی میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کر اپنی تمنائیں اپنے دل ہی میں لیئے اللہ کو پیارا ہوا تھا۔ "یعنی انتقال کرگیا"

مکان مولود النبی ﷺ

پھر انہوں نے ایک پہاڑ کی کوکھ میں اس چھوٹے سے گھر کا تعین بھی کیا تھا کہ جس کی پہلی منزل پر شمال کی جانب قائم ایک چھوٹے سے بالکل چوکور کمرے میں کہ جہاں چہار آئینوں کی اوٹ میں چہار سمتیں ملتی تھیں، ایک بچہ کہ جس کو کائنات کی امان تھی ...... ظہور میں آیا تھا۔ پھر اس بچے کو ایک بزرگ انسان نے اپنے محنت اور سورج سے کملائے ہاتھوں سے اپنی ایک چادر میں لپیٹا تھا اور وہ پگڈنڈی طے کی تھی کہ جو اللہ کے گھر تک جاتی تھی ...... وہاں پہنچ کر اس ضعیف انسان نے چادر میں لپٹے ہوئے نوزائیدہ بچے کو ہاتھوں میں رکھ کر کائنات کی جانب بلند کیا تھا اور دعاء کی تھی کہ اے خالق کائنات اس بچے پر رحم فرما...... اس واسطے کہ یہ بے آسرا اور یتیم ہے ...... ترکوں نے اس شمالی کمرے......اس آبائی پگڈنڈی اور اس دعاء کے مقام کا بھی...... نہایت ہی کاوش سے تعین کرکے نشان چھوڑا تھا......

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پھر انہوں نے پیلی رگوں کے سیاہ پہاڑوں اور اکثر اوقات خاموش ریگستان کے سنگم پر قائم اس جگہ کو بھی دریافت کرکے محفوظ کیا تھا کہ جہاں اس دعاء کے کوئی چھ برس بعد اپنے جواں مرگ خاوند کی قبر سے واپسی پر اپنے چھ برس کے حیران بچے کی انگلی پکڑے پکڑے جب اس کم سن خاتون نے ایک رات کے واسطے پڑاؤ کیا تھا...... تو وفات پائی تھی......

اگلے روز حیران آنکھوں والے اس چھ برس کے بچے نے اپنی ماں کا چہرہ کہ جس سے اب آہستہ آہستہ وہ مانوس ہورہا تھا، آخری بار دیکھا تھا اور پھر اپنی ماں کو اپنے کچے کچے ہاتھوں سے انجان خاک میں اتار کر قافلے کے ساتھ اپنے مقصد کی جانب چل پڑا تھا ...... ترکوں نے اپنی مثالی درستگی، سادگی، صفائی اور خوش اسلوبی سے ایک کتبہ یہاں بھی چھوڑ دیا تھا کہ آنے والوں کو آگاہی ہو کہ معصوم دلوں کی اکیل ہی ہے کہ جو انکو وحدت کا ہمراز بناتی ہے......

انکا اگلا قدم اس راستے کا تعین کرنا تھا کہ جس پر اس واقعے کے تین برس بعد یہ بچہ ایک ضعیف میت کے ساتھ ساتھ چارپائی کا پایا پکڑ کر سب کے سامنے بلک بلک کر روتا ہوا چلا تھا...... اسکو شاید احساس تھا کہ آج کے بعد اس کی اکیل کائناتی وحدت کی اکیل ہے اور آج کے بعد شاید وہ کبھی کھل کر رو بھی نہ سکے گا...... غرض یہ کہ ترکوں نے رسول پاک ﷺ کی ولادت سے لے کر آپ کے وصال تک کے واقعات کو آنے والی نسلوں کے تاریخی، جمالیاتی اور ایمانی شعور کے واسطے اور سادگی کے ساتھ محفوظ کرنے کا جو بیڑا اٹھایا تھا، اس میں وہ ایک بڑی حد تک کامیاب ہوئے......

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے بچپن سے جوانی تک کی سمتوں کا تعین کرنے کے بعد انہوں نے غار حرا کی چوٹی سے آسمانوں کو دیکھا اور پھر اس اونچے پہاڑ کی نشیبی وادی میں قائم شہر کے ایک گھر کے اس چھوٹے سے کمرے کا تعین کیا کہ جہاں حیرت پرے سے اپنے نام کی پکار سننے کے بعد واپس آکر رسول پاک ﷺ نے آرام فرمایا تھا

...... اور جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ پر اپنے مکمل اعتماد سے آپ کو اس حد تک حوصلہ دیا تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں قیام کریں گے' تو آپ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے ساتھ آپکا خیمہ نصب کیا جائے۔ بعض لوگوں کے استفسار پر کہ آخر ایک قبر کے کنارے ایک قبرستان میں کیوں......؟......تو آپ نے فرمایا تھا :

" جب میں غریب تھا تو اس نے مجھ کو مالا مال کیا اور جب انہوں نے مجھ کو جھوٹا ٹھہرایا' تو صرف اس ہی نے مجھ پر اعتماد کیا اور جب سارا جہان میرے خلاف تھا' تو صرف اس اکیلی ہی کی وفا میرے ساتھ تھی۔ "

مکان حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ترکوں کے ماہرین نے پہلے اس گھر کا پھر اس گھر میں اس کمرے کا تعین کیا کہ جہاں مکمل اعتماد کا یہ بنیادی لمحہ گذرا تھا..... یہاں یہ بیان کرنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ اس کمرے اور اس کمرے کے بارے میں کہ جہاں آپ کا ظہور ہوا تھا' عثمانی حکومت کی جانب سے جو جاری احکامات تھے..... وہ کیا تھے.....؟..... حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر والے کمرے کے بارے میں جاری حکم تھا کہ ہر بار رمضان کا چاند دیکھتے ہی اس میں سفیدی کی جائے..... اور پھر..... فجر کی اذان تک خواتین با آواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کریں..... جب کہ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے بارے میں احکامات یہ تھے کہ پہلی ربیع الاول کو کمرے کے اندر سفید رنگ کیا جائے..... رنگ ساز حافظ قرآن ہوں..... اور پھر ربیع الاول کی اس رات کو جب آپ کا ظہور ہوا' چھوٹے بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں..... اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا......

سو جہاں انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان اور مقبرے کا تعین کیا..... وہاں انہوں نے بنو ارقم کی بیٹھک کو محفوظ..... ورقہ بن نوفل کی دہلیز کو پختہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آنگن کی نشاندہی بھی کروائی..... اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مکے اور مدینے میں قائم ان ازلی قبرستانوں کو کہ جن میں خانوادہ رسول ﷺ کے بیشتر افراد..... اصحاب کرام..... اور ان کے خاندان..... اور چیدہ ترین بزرگان دین قیامت کے منتظر سوتے تھے..... صاف ستھرا اور پاک کروایا..... اور پھر نہایت ہی سلیقے سے قبروں کی نشاندہی کر کے مکمل نقشے مرتب کروائے ......

احتیاط کی انوکھی مثال

ان تمام کاموں میں ترکوں کا طریقہ کار بہت موثر اور یکتا ہوتا تھا..... مثال کے طور پر جب ترک حجاز پہنچے' تو مسجد بلال جو کہ خانہ کعبہ کے سامنے ایک پہاڑ پر واقعہ ہے' صدیوں کی غفلت کی وجہ سے تقریباً مٹی اور پتھر کا ڈھیر ہو چکی تھی..... اس چھوٹی سی مسجد کو اس کے اصلی خطوط پر دوبارہ تعمیر کرنے کے واسطے جو طریقہ اختیار کیا گیا' وہ یہ تھا..... پہلے تمام مٹی کو الگ کر لیا گیا..... اور پھر تمام چونے کو..... اور اس کے بعد تمام اصلی پتھروں کو..... اسکے بعد مٹی اور چونے کو پیس کر..... اور نہایت ہی باریک چھلنیوں سے چھان کر الگ الگ تیار کر لیا گیا..... بجھے ہوئے چونے کا کیمیائی تجزیہ کر کے اس کے اجزاء معلوم کیے گئے..... پھر ان اجزاء کے اصلی اور پرانے ماخذ دریافت کرنے کے بعد ایک ہی ماخذ کے نئے اور پرانے چونے کو ملا کر اور مزید طاقتور بنا کر چنائی کے واسطے استعمال کیا گیا..... پتھر بھی اپنی تراش' کیفیت اور ساخت کو مدنظر رکھتے ہوئے تقریباً اسی طرح اور اسی جگہ نصب ہوئے کہ جہاں پہلی مرتبہ عہد نبوی کے فوراً بعد نصب ہوئے تھے..... اسی طرح وہی مٹی... وہی گارا... وہی چونا... اور وہی پتھر بالکل اسی طرح استعمال ہوا جیسا کہ صدیوں پہلے مسجد کی تعمیر اول میں استعمال ہوا تھا..... مسجد نئی بھی ہوگئی..... اور

مسجد قبا اور کنواں

مسجد قبا کو نہایت ہی ہنر سے بحال کرنے کے بعد وہ کچھ دیر اس کنوئیں کی منڈیر پر بھی ستانے کو بیٹھے کہ جہاں ہجرت کے بعد پہلی نماز ادا کرکے رسول پاک ﷺ نے قیام فرمایا تھا..... اور جس کے، آپ کو دیکھ کر آپ سے آپ اونچے ہوتے پانی میں آپ نے اپنے چہرے کا شفاف، عکس دیکھ کر، پہلے ایک لمحہ توقف، اور پھر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

اس کنوئیں سے اب راستہ مدینے کو جاتا تھا..... مدینے کے اس میدان تک جاتا تھا کہ جہاں آپ کی آمد سے کوئی ۵۳ برس پہلے، ایک شام مرنے سے پہلے ایک خوبرو اور کم عمر نوجوان نے اپنے گھر سے دور اپنے بخار کی گرمی اور بے چینی کو مٹانے کے لئے چند لمحات کے واسطے گشت کیا تھا..... اور پھر اپنی کم سن، خوبصورت اور ہنس مکھ بیوی اور ابھی ماں کے بدن ہی میں قائم بچے کو یتیم اور بے سہارا چھوڑ کے اپنی تمنائیں اپنے دل ہی میں لئے اللہ کو پیارا ہوگیا تھا..... ایک بار پھر وہی میدان تھا۔ مسجد نبوی کو اب یہاں تعمیر ہونا تھا۔

تعمیری ہنرمندوں کی تلاش

مسجد نبوی

مسجد نبوی کی تعمیر بھی ایمان..... ہنرمندی..... پاکیزگی..... اور نفاست کی عجیب اور انوکھی داستان ہے...... پہلے پہل برسوں تک ترکوں کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسجد نبوی کی تعمیر کریں ان کے نزدیک یہ کائناتی اور انسانی حدود سے ماورا طاقتوں کے بس کا عمل تھا...... اور وہ محض انسان تھے..... مگر جب انسان سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے باہر قدم بھرنے کی ہمت بھی پا جاتا ہے..... سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے یہ کام شروع کرنیکا ارادہ کیا..... ترکوں نے اپنی

اپنے اصلی اور اول خطوط پر قائم بھی رہی..... یہ ترکوں کے طریقہ کار کی محض ایک اور قدرے معمولی مثال ہے......

جب ۵۳ برس مکے میں بیت گئے اور زمین کی گردش اس شہر کو ایک بار پھر وہیں لے آئی کہ جہاں وہ ۵۳ گردشوں پہلے تھا، تو نئے ستاروں کا وقوع ہوا تھا اور رسول پاک ﷺ نے مدینے کا رخ کیا تھا۔ سو ترک بھی اس آبائی راستے پر چل نکلے تھے۔

غار ثور

غار ثور کو انہوں نے کچھ نہ کیا..... اور یہی مناسب سمجھا کہ نہ تو اسکے جالے صاف کریں..... اور نہ ہی کبوتروں کے صدیوں پرانے گھونسلوں کے جھاڑ جھنکاڑ کو کاٹیں یا ہٹائیں..... غار ثور کو انہوں نے مکڑیوں اور کبوتروں کے سپرد ہی رہنے دیا کہ اب جائز طور پر وہی اس گوشے کے مالک اور حقدار تھے..... غار حرا تک کی نہایت ہی مشکل چڑھائی کو بھی انہوں نے آسان بنانے کی کوئی کوشش نہ کی..... تاکہ چڑھنے والوں کو چوٹی تک پہنچنے کے جتن کا احساس برابر ہوتا رہے..... ہاں اتنا ضرور کیا کہ دوتہائی چڑھائی پر ایک نہایت سادہ سی ناند بنا دی تاکہ بارش کا پانی کبھی کبھی جمع ہوسکے اور بچے، بوڑھے اور عورتیں اگر چاہیں، تو چڑھائی کے دوران اپنی پیاس بجھاسکیں.....

بنو نجار کی بچیوں کے گیت

اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے لے کر مدینے کے اطراف میں قائم بنو نجار کی کچی بستی تک ہجرت کے راستے کا حتمی تعین کرکے نقشہ مرتب کیا..... ترک جب حجاز پہنچے، تو بنو نجار تتر بتر ہوچکے تھے۔ پھر بھی ترکوں نے بچے کھچے لوگوں کو تلاش کیا اور سینہ بہ سینہ محفوظ، ان کے لوک گیتوں کو پہلی بار قلم بند کرکے باقاعدہ محفوظ کیا.....

وسیع سلطنت اور پھر پورے عالم اسلام میں اپنے اس ارادے کا اعلان کیا..... اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اس حتمی کام کے واسطے ان کو عمارت سازی..... اور اس سے متعلقہ علوم اور فنون کے ماہرین درکار ہیں..... یہ سنا تھا کہ..... ہندستان' افغانستان' چین' وسطی ایشیاء' ایران' عراق' شام' مصر' یونان' شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطوں..... اور نہ جانے عالم اسلام کے کس کس کونے اور کس کس چپے سے نقشہ نویس..... معمار ..... سنگ تراش..... بنیادیں زمین کی زندہ رگوں تک اتارنے کے ماہر..... چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہنر مند..... خطاط..... پچہ کار..... شیشہ گر..... اور شیشہ ساز..... کیمیا گر..... رنگ ساز..... اور رنگ شناس..... ماہرین فلکیات ..... ہواؤں کے رخ پر عمارتوں کی دھار کو بٹھانے کے ہنر مند..... اور نہ جانے کن کن عیاں اور کیسے کیسے پوشیدہ علوم کے ماہرین..... اساتذہ..... پیشہ ور اور ہنر مندوں نے دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل و عیال کو سمیٹا اور اس ازلی بلاوے پر قسطنطنیہ کی جانب روانہ ہوگئے..... کہیں بے حد دور' ایک چٹیل ریگستان میں جنت کی کیاری کے کنارے..... ان کے رسول کی قیام گاہ پر تعمیر ہونی تھی اور وہ اور ان کے ہنر اب ہر طرح اس کام کے واسطے وقف تھے......

ہنرمندوں کی بستی

ترکوں کو اس والہانہ کیفیت کی ایک حد تک امید تھی' مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس اجتماعی بے اختیاری..... اور مکمل اطاعت پر ان تک کو تعجب ضرور ہوا تھا..... بہر کیف ان کی تیاریاں بھی مکمل تھیں..... عثمانی حکومت کی تقریباً ہر شاخ..... اعلان سے پہلے ہی حرکت میں آچکی تھی..... اور حکومت کے اہل کار اپنی حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور ارادے کے تمام لوگوں کی اعانت کے لئے تیار تھے..... ان اہل کاروں اور سفیروں کو یہ احکامات تھے کہ وہ ان تمام ماہرین اور ان کے ہمراہ ان کے اہل و عیال کو..... اگر وہ چاہیں..... تو قسطنطنیہ تک کے راستے میں ہر طرح کی سہولت فراہم کریں..... ادھر سلطان وقت کے حکم سے قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانوں میں ایک خود کفیل اور کشادہ بستی تیار ہوچکی تھی..... سو پھر جب ان یکتائے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہوئے' تو ان کو ان کے روزگار کے اعتبار سے اس نئی بستی کے الگ الگ محلوں میں بسایا جانے لگا..... اور حکومت مکمل طور پر ان کی کفیل ہوئی......

احتیاط در احتیاط

اس عمل میں کوئی پندرہ برس گزر گئے' مگر اب یہ یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ اس بستی میں اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہوچکے ہیں..... اب خود سلطان وقت اس نئی بستی میں گیا..... اور اس نے خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کرکے منصوبے کا اگلا حصہ ان کے سامنے رکھا..... منصوبے کا اگلا حصہ اس طرح تھا..... ہر ہنر مند اپنے سب سے ہونہار بچے یا بچوں (اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہونہار ترین شاگرد) کا انتخاب کرکے..... اور اس بچے کے جوان ہوکر پختہ عمر تک اس کے بدن اور لحن میں اپنا مکمل فن منتقل کردے..... ادھر حکومت کا ذمہ تھا کہ وہ اس دوران اس اندازے کے اتالیق مقرر کرے کہ وہ ہر بچے کو پہلے قرآن کریم پڑھائیں..... اور پھر قرآن حفظ کروائیں..... ساتھ ساتھ بچہ شہ سواری بھی سیکھے..... اس تمام تعلیم' تربیت اور تیاری کیلئے ۲۵ برس کا عرصہ مقرر کیا گیا..... اس منصوبے پر ہر ایک نے لبیک کہا..... اور صبر' محنت' محبت اور حیرت کا یہ بالکل انوکھا عمل شروع ہوا......

یہ احتیاطیں اس لئے

چنانچہ ۲۵ برس بیت گئے..... اور ان انوکھے ہنرمندوں کی ایک نئی..... اور خالص نسل نشوونما پاکر تیار ہوگئی- یہ تیس ۳۰ سے چالیس ۴۰ برس عمر کے مخصوص..... اور نیک اطوار نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنے

اپنے آبائی اور خاندانی فنون ہی میں یکتا..... اور عنقا نہیں تھے بلکہ' اس جماعت کا ہر فرد حافظ قرآن .... اور فعال مسلمان (متقی پرہیزگار) ہونے کے علاوہ..... ایک صحتمند نوجوان..... اور اچھا شہسوار بھی تھا..... بچپن کے لمحہ اول سے ان کو علم تھا کہ وہ چیدہ لوگ ہیں کہ جن کو ایک روز کہیں بے حد دور..... ایک چٹیل ریگستان میں ...... جنت کی کیاری کے کنارے..... اپنے رسول ﷺ کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی کائناتی عمارت تعمیر کرنی ہے کہ جو آسمان کی جانب اس زمین کا واحد نشان ہو ......

ترکوں کے اعلان اول سے لے کر اب تک کوئی تیس برس سے زیادہ بیت چکے تھے..... اور مسجد نبوی کے معمار' جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے' تیار تھے۔

جس پہاڑ کا پتھر لیا گیا اس پہاڑ کا پتھر کوئی اور استعمال نہ کرسکے

ایک طرف تو ہنرمندوں کی یہ جماعت تیار ہورہی تھی..... اور دوسری طرف ترک حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک خاص قرینے کے ساتھ مصروف تھے..... حکومت کے شعبہ کان کنی کے ماہرین نے خالص..... اور عمدہ رگ و ریشے کے پتھر کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں کہ جن سے صرف ایکبار پتھر حاصل کرکے ان کو ہمیشہ کیلئے بند کردیا گیا..... اور ان کانوں کی جائے وقوع کو اس حد تک صیغہ راز میں رکھا گیا کہ آج تک کسی کو علم نہیں ہے..... کہ مسجد نبوی..... میں استعمال ہونے والے پتھر کہاں سے آئے تھے..... بالکل نئے اور ان چھوئے جنگل دریافت کیئے گئے..... اور ان کو کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں آسمان تلے موسمایا گیا..... رنگ سازوں نے عالم اسلام میں اگنے والے درختوں ...... اور خاکی و آبی پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کیئے ..... اور شیشہ گروں نے شیشہ بنانے کے لئے حجاز ہی کی ریت استعمال کی..... پچہ کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے ...... جب کہ خطاطی کے لئے نیزے دریائے جمنا ...... اور دریائے نیل کے پانیوں کے کنارے اگائے گئے..... غرض یہ کہ جب تک ان ہنرمندوں کی جماعت تیار ہوئی' ان ہی کے بزرگوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولیوں نے عمارتی سامان بھی فراہم کرلیا..... یہ سارا عمارتی سامان بمع ہنر مندوں کی جماعت کے ...... نہایت ہی احتیاط سے پہلے خشکی..... پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دور ایک نئی بستی اس تمام سامان کو رکھنے اور ہنرمندوں کے تعمیر کے دوران رہنے سہنے کیلئے پہلے ہی تیار ہوچکی تھی۔

احتیاط

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر مدینے میں ہونی تھی' تو پھر..... ساز و سامان مدینے ہی میں رکھا جاتا..... آخر یہ چار فرسنگ (۱۲ میل) دور کیوں.....؟..... اس کی وجہ ترک یہ بتاتے ہیں کہ..... آخر ایک بہت بڑی عمارت تیار ہونی تھی کہ جس کے واسطے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے..... بڑے بڑے مچان ٹھوک ٹھاک کر تیار ہونے تھے..... اسکے علاوہ بھی بہت سے ایسے ضروری عمارتی عمل ہونے تھے کہ جن میں شور کا بے حد امکان تھا..... جبکہ وہ چاہتے تھے کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مدینہ منورہ میں ذرہ برابر بھی کوئی شور نہ ہو..... اور جس فضا نے ہمارے رسول ﷺ کی آنکھیں دیکھیں' اور آواز سنی ہوئی تھی..... وہ اپنی حیا..... سکون..... اور وقار قائم رکھے......

سو ہر ایسا کام کہ جس میں ذرا بھی شور کا امکان تھا..... مدینہ طیبہ سے چار فرسنگ کے فاصلے پر ہوا..... اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا..... ایک ایک پتھر پہلے وہیں کاٹا گیا..... اور پھر مدینے لا کر نصب کیا گیا..... کبھی ایسا بھی ہوا کہ چنائی کے دوران کسی پتھر کی کٹائی ذرا زیادہ ثابت ہوئی یا کوئی

مچان یا جنگلہ چھوٹا یا بڑا پڑا ..... تو اس کو عجلت میں ٹھوک بجا کر ..... وہیں رسول ﷺ کے سرہانے ٹھیک نہ کیا گیا..... بلکہ چار فرسنگ دور کی بستی لے جا کر اور درست کر کے دوبارہ مدینے لایا گیا..... یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ..... اس دور میں ذرائع مواصلات کیا تھے.....؟..... بھاری بوجھ..... نہایت سست رفتاری..... اور صبر سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا-اور انسانی نقل و حمل کے واسطے سب سے تیز رفتار سواری گھوڑے کے علاوہ کوئی اور نہ تھی.....

ہنرمندوں کو دو حکم

سو جبکہ سارا عماراتی سامان اپنی خام شکل میں مدینے کے مضافات والی بستی میں پہنچ گیا اور پھر پانچ سو "۵۰۰" کے لگ بھگ ہنرمندوں کی جماعت نے بھی اسی بستی میں آن کر سکونت پائی' تو سب کچھ اب اس جماعت کے سپرد کر دیا گیا..... اپنے فنون کے استعمال اور اپنے تخلیقی عمل میں یہ فنکار و ہنرمند بالکل آزاد تھے..... صرف دو احکامات ان کو دیئے گئے..... اول یہ کہ تعمیر کے لمحہ اول سے لے کر لمحہ تکمیل تک اس جماعت کا ہر ہنرمند اپنے کام کے دوران با وضو رہے..... اور دوم یہ کہ اس دوران وہ ہر لمحہ تلاوت قرآن جاری رکھے.....

سو باوضو حافظ قرآن ہنرمندوں کی یہ جماعت پورے پندرہ "۱۵" برس تک مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف رہی..... اور پھر ایک صبح آئی کہ مسجد نبوی کے خلائی نشان کی چوٹی سے فجر کی اذان نے' زمین سے نہایت ہی بھروسے اور ایمان سے اگی اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا..... اب خلا محفوظ بھی تھا اور آزاد بھی.....

یہ عمارت کیسی ہے' کیا ہے' کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس کے بارے میں تو انشاء اللہ تعالیٰ الگ کتاب لکھوں گا..... یہاں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت اس جہاں میں ہوتے ہوئے بھی اس جہاں میں نہیں ہے..... اپنے آپ میں قائم رہ کر اس عمارت کو دیکھو تو یہ کہیں اور ہے..... اپنے آپ سے باہر قدم دھر کے اسکو دیکھو تو یہ کہیں اور..... اور ہم کچھ اور ہیں..... پتھر..... خلا..... ہوا..... آواز..... لحن..... نیت..... ایمان اور نور نے مل کر صبر کی ایک نئی بنت کی ہے..... متوازی اوقات اگر رنگ برنگ کے دھاگے ہیں تو ان کی بنت میں بے رنگ کا دھاگا اس عمارت کا نور ہے جو کہ اس بنت کو محض معنی ہی نہیں دیتا' بلکہ اوقات کا ایک دوسرے سے ایک جائز اور مخفی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی فراہم کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز سے ہم کو اپنے رسول ﷺ کی آواز یوں آتی ہے کہ جیسے خلا محفوظ بھی ہو اور آزاد بھی... کہ جیسے آواز پرندہ بھی ہو اور لہو بھی..... کہ اندھیرے میدانوں میں کبھی نور کا شجر اگے' تو کبھی نور کی وادیوں میں اندھیرا خود ایک شجر ہو کہ جیسے نور محض نور ہی نہ ہو..... بلکہ نور کا منبع بھی ہو..... سو جب ریاض الجنتہ میں اس خلا کے خم پر اپنے رسول ﷺ کے سرہانے بیٹھو' تو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبت کے کیا معنی ہیں.....؟..... اور نیت کی کیا حدود..... اور پھر وہ بے نام ہنرمند یاد آتے ہیں کہ جنکو اپنے ہنر سے اس لئے محبت تھی کہ وہ ان کے رسول ﷺ کے واسطے تھا کہ جنھوں نے اس چٹیل میدان میں اس جنت کی کیاری کے کنارے اپنے رسول ﷺ کی قیام گاہ کی حیا..... سکون اور حیرت کو قائم رکھتے ہوئے اس عمارت کو اس خلا کے خم پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں محض ان کا ہنر ہی نہیں..... بلکہ ان کے ہنر کا غیب بھی محفوظ ہے..... اور پھر ترکوں کے واسطے دعاء ہمارے پور پور سے بلند ہوتی ہے.....

عیسائی اور یہود کے آلہ کاروں کا اسلامی یادگاروں سے رویہ

پھر کئی صدیاں بیت گئیں.......

اندرونی سازشوں.....اور بیرونی نیتوں کے دباؤ کے تحت پرانی حکومتیں کمزور اور نئی حکومتیں اور طاقتیں ظہور میں آتی رہیں..... پھر جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا..... تو پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی..... اس جنگ میں عثمانی حکومت نے انگریز'

فرانسیسی اور اطالوی طاقتوں کے خلاف جرمن قوم کا ساتھ دیا..... ۱۹۱۸ء میں ترک جرمن محاذ کو شکست ہوئی اور فتح پانے والوں نے جہاں جرمنی کے ٹکڑے کرکے' شکست کے ساتھ ساتھ اس کے اجتماعی وقار کو خاک میں ملایا.... وہاں ترکمانی ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ بہہ کر خاک میں شامل ہوگیا..... اور عثمانی حکومت کی کشادہ حدود بھی فاتح ٹولے کے تصرف میں آگئیں..... اپنی نو آبادیاتی خواہشات کو آگے بڑھانے کیلئے اس فاتح ٹولے نے عثمانی سلطنت کے خطوں پر حکومت کرنے کے دو طریقے رائج کئے..... پہلا طریقہ براہ راست حکومت تھا..... اور جہاں براہ راست حکومت ممکن نہ تھی..... وہاں ایک خاص منصوبے کے تحت ایسے قبیلوں' سیاسی جماعتوں یا افراد کو سہارا یا طاقت دینا طے پایا تھا کہ جن کی وساطت سے محض دائرہ اثر ہی کو قائم نہ رکھا جاسکے' بلکہ ہوسکے' تو ملت اسلامیہ میں مزید انتشار..... اور کشیدگی بھی پھیلائی جاسکے.....

ترکوں کی جنگ عظیم میں شکست کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں جن طاقتوں نے' علاقائی افراتفری کا فائدہ اٹھا کر کھلم کھلا ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیئے تھے..... ان میں صوبہ نجد کے ایک پیشہ ور باغیوں کا سعود نامی قبیلہ بھی شامل تھا..... جنگ عظیم کے دوران ہی یہ لوگ ایک خفیہ معاہدے کے تحت انگریزوں سے مل چکے تھے..... اس معاہدے کی رو سے انگریز یہ چاہتا تھا کہ جنگ عظیم کے دوران یہ قبیلہ اپنی بغاوتوں' حملوں' جنگوں اور چھاپوں وغیرہ سے ترکوں کو اتنا تنگ کرے اور برسرپیکار رکھے کہ وہ..... مشرق وسطی میں انگریز حملہ آوروں کیطرف پوری طرح دھیان نہ دے سکیں..... اسکے عوض انگریز نے عہد کیا تھا کہ اگر وہ جنگ جیت گیا تو وہ پہلے نجد اور پھر جزیرہ نمائے عرب پر اس نجدی قبیلے کا تسلط قائم کرنے میں ان کی مدد کریگا..... مگر یہ انگریز کا عہد تھا جو کہ کم از کم دو طرفہ تو ضرور ہوتا ہے..... سو یہی عہد انہوں نے حجاز کے حسینی قبیلے سے بھی کیا ہوا تھا..... بس جو چیز دونوں عہد ناموں میں مشترک تھی' وہ تھی ترکوں کی شکست.....

اور جزیرہ نمائے عرب سے انخلاء.....

بہرکیف ترکوں کی ہار کے بعد ان فاتح طاقتوں (اور بعد میں امریکہ) کے ایماء اور امداد پر سعودیوں نے اپنے علاقائی حریفوں کو آخر کار شکست دیکر ۱۹۲۱ء میں صوبہ نجد پر اپنی عملداری اور بادشاہت کا اعلان کر دیا..... عالمی جنگ کے اختتام پر ہی ترکوں نے حجاز کا نظام حجاز کے سربراہ قبیلے کے سردار کے سپرد کرکے اپنی فوجیں حجاز سے واپس بلالی تھیں..... انکا کہنا یہ تھا کہ جنگ میں شکست کے بعد وہ حجاز میں اپنی حکومت صرف فوجی طاقت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں..... اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی حملے کی صورت میں خاک حجاز پر لہو بہانا لازم ہوجائے گا..... اور خدانخواستہ مکے اور مدینے میں گولی چلانی لازمی ہو جائیگی..... یہ کیفیت ترک لحن اور خصلت کے بالکل برعکس تھی..... سو کچھ عرصہ سوچ و بچار کے بعد حجاز کے ترک گورنر کا حکم ہوا تھا اور ترکوں نے خانہ کعبہ کے گرد آخری طواف کرکے مسجد نبوی کی دہلیز کو آخری بار چوما تھا..... اور خاک حجاز سے ہمیشہ کے لئے چلے گئے تھے.....

نجدی قذاقوں کے کارناموں کی چند جھلکیاں

اب اہل نجد اور اہل حجاز..... دونوں جزیرہ نمائے عرب کی بادشاہت کے خواہاں تھے..... اور دونوں کو انگریز کی حمایت حاصل تھی..... اس سیاسی خلا کو سعودیوں نے پر کیا..... اور ۱۹۲۴ء میں مکے پر اور ۱۹۲۵ء میں مدینے اور جدہ پر قبضہ جمانے کے بعد اس نجدی قبیلے کے سردار نے ۱۹۲۶ میں نجد و حجاز کی بادشاہت کا اعلان کردیا..... یہاں سے حجاز پر سعودیوں کے دور کا آغاز ہوتا ہے..... یہ دور ابھی تک جاری ہے.....

آخر یہ سعودی کون ہیں.....؟

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے جزیرہ نمائے عرب کے ایک مشرقی صوبے نجد سے ان کا تعلق ہے..... آپ کو یاد ہوگا کہ رسول پاک ﷺ کے وقتوں میں

جس قبیلے نے سب سے آخر میں اسلام قبول کیا تھا..... اور پھر آپکے وصال کے فوراً بعد ہی جو قبیلہ اسلام سے منحرف ہوگیا تھا..... وہ یہی سعودیوں کا قبیلہ تھا..... آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ..... پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ہی کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ نجد روانہ کیا تھا..... اور جنگ میں مکمل شکست پانے کے بعد ان میں سے کچھ پھر سے اسلام لے آئے تھے..... اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس علاقے میں ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی..... اس مسجد کے آثار ایک کھنڈر کی صورت میں ابھی تک قائم ہیں.....

نسبیات کے جدید ماہرین کا کہنا ہے کہ مسیلمہ بن کذاب کا تعلق بھی اسی قبیلے یا اس قبیلے کی ایک مرکزی شاخ سے ہے..... ہوسکتا ہے کہ یہ ہیبت ناک بات غلط ہو، مگر حجاز میں اقتدار سنبھالتے ہی جو بد سلوکی انہوں نے رسول پاک ﷺ کی ذات سے وابستہ تاریخی..... جمالیاتی..... روحانی..... جسمانی..... اور معاشرتی نشانات کے ساتھ کی ہے..... اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ علم نسبیات کے ماہرین کا یہ کہنا غلط نہیں ہے......

پھر اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ایک شخص محمد ابن عبد الوہاب نے انہی میں سر اٹھایا..... ان کی بلا سوچے سمجھے کاٹنے والی تلوار کو اسکی تقریر کی سہار ملی..... اور اس کی تقریر کو کہ جس پر بیمار دماغ کی بڑ سمجھ کر کوئی کان نہ دھرتا تھا..... ان کی تلوار اور شاطرانہ خصلت کی سہار سے طاقت حاصل ہوئی..... حتیٰ کہ اٹھارہویں صدی کے وسط تک محمد ابن عبدالوہاب اور اس کے سعودی سرپرست کی اتنی ہمت ہوئی کہ ان دونوں نے ملکر عالم اسلام کے ہر بادشاہ اور فرماں روا کو خطوط بھیجے..... ان خطوط میں اور باتوں کے بعد ٹیپ کے بند کے طور پر مندرجہ ذیل عبارت درج تھی.....

"اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں..... مگر محمد کی تعریف کرنا..... ان کی تعظیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے......"

آج تک سعودی لہو کی خصلت یہی ہے.....

سو حجاز پر قبضہ جمانے کے فوراً بعد ہی جو سب سے پہلا کام سعودیوں نے کیا تھا، وہ حجاز کے طول و عرض سے رسول پاک ﷺ کے نام پاک کو محو کرنے کا تھا..... مسجد نبوی..... خانہ کعبہ کی مسجد..... اور اس کے علاوہ جہاں جہاں اور جس جس عمارت اور مسجد پر محمد ﷺ کا نام پاک نہایت ہی فن اور محبت سے جائز کندہ تھا اس کو نہایت ہی بھونڈے پن سے مٹا دیا گیا..... ایمان..... محبت، فن خطاطی، اور دیگر فنون لطیفہ کے ان نادر نمونوں پر کہیں تارکول پھیر دیا گیا..... اور کہیں ان پر پلستر تھوپ دیا گیا..... اکثر اوقات لوہے کی چھینی..... اور ہتھوڑے کا استعمال بھی کیا گیا، اس بے مثال گستاخی اور وندالیت کے نشانات آج تک حجاز کے طول و عرض میں اور خاص طور پر خانہ کعبہ کی پرانی مسجد..... اور مسجد نبوی کے در و دیوار دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس کے بعد سعودیوں نے ایک باقاعدہ نظام کے تحت حیات طیبہ سے منسلک تقریباً ہر تاریخی..... جمالیاتی..... روحانی..... جسمانی..... اور معاشرتی نشان کو اپنی ذہنی قلت..... اور قلیل تر عقیدے کا ہدف بنایا.....

جنت الاولیٰ اور جنت البقیع کے قبرستان کہ جنکی بھربھری خاک میں..... حضرت عبدالمطلب..... ابو طالب ...... ورقہ بن نوفل..... حضرت خدیجۃ الکبریٰ..... حضرت عباس..... حضرت حلیمہ سعدیہ..... امہات المومنین..... آپ کی صاحبزادیاں ...... آپ کے صاحبزادگان..... اور خانوادہ رسول ﷺ کے دیگر افراد..... اصحاب کرام..... اور ان کے پورے پورے خاندان..... مشائخ و صوفیائے کرام..... ناموران اسلام..... اور دو جہانوں کی چہار سمتوں سے محبت اور ایمان کی خاطر آئے ہوئے ان گنت گمنام مسلمان سکون اور شائستگی سے سوتے تھے..... لوہے کے مشینی ہل چلا کر کھود ڈالے گئے، اور پھر پٹیلا پھروا کر برابر کروا

دیئے گئے..... بعد میں جنت البقیع کے سامنے سڑک کے پار قائم شہدائے کرام کے مزار سڑک کو چوڑا کروانے کی نذر ہوئے..... اور حضرت عبداللہ ابن عبد المطلب کے مزار اور تابوت کو ایک بازار کی توسیع کے دوران راتوں رات غائب کروا دیا گیا..... نہ ابوطالب کا محلہ رہا..... نہ ورقہ بن نوفل کی دہلیز..... نہ ام ہانی کا آنگن رہا..... اور نہ ہی بنو ارقم کی بیٹھک کی کوئی چیز' اس ٹیلے پر کہ جہاں ابوطالب کا محلہ تھا..... ایک بدصورتی کی حد تک جدید' متعدد منزلوں کی عمارت کھڑی ہے..... ورقہ بن نوفل کا مکان ! ایک کپڑے کے بازار کی لپیٹ میں آچکا ہے..... دار ارقم کی جگہ کرائے کی موٹر گاڑیوں کا اڈہ ہے..... اور رہا ام ہانی کا گھر کہ جس کے آنگن میں دو وقت ملکر ایک ہوئے تھے..... تو وہ مسجد حرم کی "توسیع" کے دوران مٹ کر بے نشان ہوچکا ہے۔

جب حضرت عبدالمطلب کی قبر ہی نہ رہی..... تو اس تک جاتا وہ راستہ بھی نہ رہا کہ جس پر نو برس کا ایک بچہ آخری بار کھل کر رویا تھا..... اور نہ ہی وہ پگڈنڈی رہی کہ جس پر ایک ضعیف انسان اپنی چادر میں ایک نوزائیدہ بچے کو لپیٹ کر لے چلا تھا..... ہاں! اس بے وضع عمارت کے سائے میں کہ جو ابو طالب کے محلے کو کھوند کر بنائی گئی ہے..... ایک گھر اور اسکا وہ شمالی کمرہ کہ جس میں چہار آئینوں کی اوٹ میں کبھی چہار سمتیں ملی تھیں..... ابھی تک بمشکل موجود ہے' مگر اس کمرے میں عرصے سے سفیدی نہیں ہوئی ہے..... اور نہ ہی تیسرے چاند کے بارہویں دن چھوٹے بچے تلاوت کرنے اس گھر میں جاتے ہیں' "۱۲ ربیع الاول شریف" اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے' مگر اس سے اب آپ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے کہ متعدد منزلوں کی وہ بد وضع عمارت کہ جو شاید کہیں اور نہ بن سکتی تھی "کیا یہ نجدی کہیں اور نہ بنا سکتے تھے" راستے میں حائل ہے..... اور رہے پرندے تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہوچکا ہے.....

اور ہاں اگر آپ اس گھر میں کہ جسمیں رحمتہ اللعالمین ﷺ کا ظہور ہوا تھا' دو نفل شکرانے کے ادا کرنا چاہیں تو ایک ہنٹر بردار آپ کو روک دے گا..... اس لئے کہ اس کے اور اس کے آقاؤں کے نزدیک اس عظیم ترین رحمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا "شرک" ہے۔

یہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر اور اس کمرے کے بارے میں بھی سن لیجئے کہ جہاں اعتماد کا ایک بنیادی لمحہ گزرا تھا..... وہ کمرہ اور گھر بھی نصف صدی سے حافظ قرآن' رنگ سازوں کا انتظار کرتے کرتے اب ایک صرافہ بازار سے گھر چکے ہیں.....

ہجرت کے راستے کا نشان تک مٹ چکا ہے..... نئی حکومت نے مکے سے مدینے تک جانے کا نیا راستہ اختیار کیا ہے..... یہ راستہ مکے سے مقام بدر تک سمندر کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور وہ وہی ہے کہ جس سے ابوسفیان' لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سن کر اپنے قافلے کو بچاکر مکے کی جانب فرار ہوگیا تھا.....

مدینے پہنچتے ہی انسان مسجد قبا کا رخ کرتا ہے کہ جس کے سامنے والے احاطے میں وہ نہایت قدیم کنواں تھا کہ جس کے پانی نے آپ کا رخ مبارک دیکھا تھا..... مگر چند برس ہوئے اس کنوئیں کو بھی پتھر کی بڑی بڑی سلیں رکھ کر بند کیا جاچکا ہے..... استفسار پر نہایت ہی خشکی کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مشینی پمپ ایجاد ہو چکے ہیں' اس لئے اب اس کنوئیں کی کوئی ضرورت نہ تھی.....

کرامت عمارت

جب شکست و ریخت کا یہ وحشت ناک عمل شروع ہوا تھا' تو سربراہ قبیلے کے سردار نے ترکوں کی بنائی ہوئی گنبد خضری والی مسجد نبوی کو گنبد خضری سمیت منہدم کرنے کا اعلان کیا تھا..... پھر بہت بڑی بڑی اور اپنے وقتوں کی طاقتور ترین مشینیں منگوائی گئی تھیں اور پھر ایک نکڑ کے ستون سے شروعات کی گئی تھی.....
دو ماہ تک یہ مشینیں اپنی پوری طاقت سے اس ایک ستون سے ٹکرا ٹکرا کر اس کو

گرانے یا توڑنے کی کوشش کرتی رہی تھیں..... مگر یہ ستون ذرہ برابر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا..... آخر اسکی جڑوں کو تو باوضو حافظ قرآن ہنر مندوں کے ایمان' عشق اور نیت کے سیسے نے تھاما ہوا تھا..... یہ کیسے اپنی جگہ سے ہلتا..... جب طاقتور ترین مشینوں کی دو ماہ تک مسلسل کوشش کے باوجود ایک ستون بھی اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہل سکا تھا..... تو مسجد نبوی کو منہدم کرنے کی یہ وحشت ناک کوشش طوعاً و کرہاً روک دی گئی تھی..... مسجد نبوی کے اس ستون پر اس عمل کے نشانات آج تک موجود ہیں......

سو اب کس کس دکھ کا بیان کروں..... کسی نقش اول کو عقیدے کی قلت نے مٹایا تو کسی کو دل کی قلت نے..... اور جو نقوش ان دونوں کی گرفت میں نہ آسکے' تو ان کو بے اعتنائی اور جمالیاتی حس کے فقدان نے..... اگر کبھی برسر اقتدار لوگوں سے اس شکست و ریخت کے عمل کے بارے میں پوچھو' تو اول تو اس برصغیر کے محبت کے مارے مسلمانوں کو اس لائق ہی نہیں سمجھا جاتا کہ انکو کوئی جواب دیا جائے..... اگر کوئی مجبور کرے تو پھر دو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں یعنی "توسیع" اور "شرک"..... کیا توسیع اس انداز' حوصلے اور قرینے کیساتھ نہ کی جاسکتی تھی کہ جسطرح ترکوں نے کی.....؟ اور کیا شرک کو مٹانے کا طریقہ صرف یہی تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی قبر کے نشان کو مٹادیا جائے.....؟.....

(صلاح الدین محمود)

نوٹ : "یہ مضمون صلاح الدین محمود کے سفرنامہ حجاز "نقش اول کی تلاش" کا ایک اپنی جگہ مکمل باب ہے..... یہ سفر ۱۳۹۰ھ..... اور..... ۱۳۹۱ھ میں اختیار کیا گیا۔"

جنتہ البقیع اور کربلا

نجدی و عراقی یزیدی

از پیکر تنظیم و تبلیغ حضرت مولانا مولوی عبدالماجد صاحب قادری بدایونی

محرم نمبر پیشوا کے لئے ایک ابن علی و بتول علیہما السلام کا مسلسل تقاضہ ہے کہ مضمون بھیجوں۔ مسلسل علالت و شکایت امراض کے سبب اعذار یک طرف۔ آج کل تو روح ایمان و عرفان اور حیات عقیدت و محبت پر جو صدمہ ہے' اس نے نڈھال اور بے قرار ہی نہیں' بلکہ بسمل و پامال کر دیا ہے۔ آہ' ظالم و فاسق **نجدیوں** کے مہالک و مظالم نے سن ۶۱ھ کا محرم پھر سن ۱۳۴۰ھ میں پیش نظر کر دیا۔ کس زبان و قلم سے کہوں؟۔ اور لکھوں؟۔ کہ سن ۶۱ھ میں عراق کی سرزمین پر خاندان نبوت و شہزادگان فتوت کا خون خاک میں ملایا گیا۔ اور جسم پیوند زمین کیا گیا تھا۔ اور اب سن ۱۳۴۰ھ میں چودہویں صدی میں۔ وہ ہی خون۔ اور وہی جسم۔ اور انھیں پاک جسموں کی نورانی ہڈیاں۔ حجاز میں۔ سرزمین مدینہ کے حدود میں۔ روضہ مطہرہ کے سامنے۔ ناناجان کے روبرو۔ زمین سے نکال کر پھینک دی گئیں۔ قبروں پر ہل چلوا دئے۔ قبے کھڑے خاک میں ملا دئے۔ یعنی عزت و ذریت رسول۔ اور رسول کے اصحاب۔ اور ہزاروں عاشقوں۔ اور ولیوں۔ اماموں کا نام نشان مٹا دیا۔ یہ ظلم کس نے کیا۔؟۔ **نجدی یزیدیوں** نے۔ یہ ستم کس نے ڈھایا۔؟۔ کتاب و سنت پر عمل۔ عمل و حکومت کرنے کا دعوی کرنے والوں نے' یہ قیامت کس نے برپا کی؟۔ امن و اصلاح حجاز کے مدعیوں نے۔ لارڈ کچز و لائڈ جارج کی روح کی ترویج کرنے والے کون ہوئے۔؟۔ نام نہاد مسلمان عامل الحدیث والکتاب مسلمان"۔ **نجد** کے وہ مسلمان جو اپنے سوا دنیا کو مشرک۔ کافر سمجھیں۔ اور خالص توحید کے اجارہ دار بنیں۔ مگر ان موحدین کا نام' نشان مٹیں جن کی سرفروشانہ مساعی سے عالم توحید آشنا ہوا۔ **فقولوا انا للہ وانا الیہ راجعون**'۔

کیا دنیائے انسانیت و تہذیب میں ایسی بربریت وحشت و ظلم کی کوئی مثال کسی نام

کے ظالم سے ظالم مسلمان بادشاہ کے عہد تظلم کی مل سکے گی؟ لا و للہ۔ مجھے نجدی ایجنٹ اور ہندوستانی سعودی وہابی اگر زیادہ گالیاں' کوسنے دینے چاہیں تو سنیں کہ نجدی اپنے مظالم میں یزید لعنتہ اللہ علیہ سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ یزید بھی مدعی توحید تھا عامل بالکتاب والسنہ ہونے کا دعویدار تھا۔ اس نے بھی قتل امام عالی مقام علیہ وعلی اباہہ السلام کے لئے امن و اصلاح و دفع فساد کا اعلان و وعظ دیا تھا۔ مگر آہ مردہ انسانوں کی "بے حرمتی"۔ ان کی قبور کو برباد کر کے اس سے بھی نہ ہوئی۔ اور جو کچھ بھی اس نے کیا وہ امام کو مکہ' مدینہ سے جدا کر کے۔یا۔ جدا ہونے کے بعد۔ عراق کی سرزمین پر۔ نہ اس سرزمین پر جہاں کے "کانٹے بھی کاٹے جانے ممنوع ہیں"۔ مگر ان تباہ ایمان نجدیوں نے جو کچھ کیا وہ رسول کریم کے جوار میں۔ مواجہہ حضرت محبوب حق میں۔ خاص ارض مدینہ' اور مخصوص قطعہ مقدسہ' جنت البقیع میں۔ **فاعتبرو یااولی الابصار**۔ دنیا کے کافر' نصرانی' متعصب' دشمنان اسلام غیر حربی حالت میں مقابر و مساجد اسلام و مسلمین کی تخریب سے حذر کرتے ہیں (دور رہتے ہیں)۔ مگر یہ عاملین حدیث' امن و اطمینان کے عہد میں' دھڑا دھڑ مساجد و مقابر مسمار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان بے حیاؤں کی چتون میلی نہیں ہوتی۔ **فلعنتہ اللہ علیھم اجمعین**۔ عراقیوں میں کچھ وہ بھی تھے' اور کربلا کے کارزار میں ایسے بھی عراقی و شامی نکل آئے تھے۔ جنھیں بے کس سید مسافروں پر رحم آگیا تھا۔ اور شقی سے سعید ہوگئے تھے۔ مگر ان نجدی یزیدیوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ظالم ہے۔ اور مسلسل قتل و غصب' فسق و فجور' ظلم و تعدی کے بعد بھی ان میں ایک سعید روح' رحم و ایمان کی تڑپ انصاف و انسانیت کا جذبہ دکھانے والی نہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اول دن سے بالاعلان کہہ کر۔ فوجی اجتماع کے ساتھ کیا۔ مگر ان بزدل نجدیوں نے جو کچھ کیا فریب سے۔ مکر سے۔ جھوٹ بول کر۔ دغا بازی کر کے کیا۔ کل کی بات ہے کہ ابن سعود کے اعلانات گونج رہے تھے کہ میں حجاز میں شاہ بن کر رہنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ فقط غدار و ظالم شریف کے مظالم و جرائم کا خاتمہ کرنے کو بڑھا اور لپکا ہوں۔ رہی حجاز کی شاہی وہ جمہور کی ہوگی۔

پھر اعلان دیا کہ مدینہ پاک کے آثار و شعائر محفوظ رہیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح تدریجی مگر مسلسل فریب کاری و دغا بازی سے کام لیا گیا اور نصرانی اہل سیاست کے وعدے اور ان کی جیسی چالیں چل کر ملت کو پراگندہ۔ امت کو منتشر۔ عظمت حرمین کو تباہ و برباد کیا۔ حجاز کا بادشاہ بھی بن گیا۔ اور اپنی نامقبول۔ اور ناجائز ملوکیت کا سکہ بھی چلانے لگا۔ اور تعصب و تقشف وہابیت کی اعتقادی و عادی گستاخیاں کر کے وقار و عظمت حرمین کو بھی ڈھانے لگا۔ تم نے سنا۔ یا۔ نہیں؟ کہ حکم دے دیا گیا ہے کہ حاجیوں کی واپسی کے بعد گنبد خضری اور شبکہ مقدسہ جو بے کسوں کا سہارا۔ اور عاشقوں کے لئے نقاب چہرہ حبیب ہے۔ چھپا دیا جائے۔ اس کا پہلا قدم یہ حکم امتناعی ہے۔ جو روضہ مقدسہ کی جالیوں (شبکہ) کو ہاتھ نہ لگانے' اور اس کعبہ حقیقت' اور قبلہ کعبہ عبادت کی طرف متوجہ نہ ہو کر دعاء کرنے کے جبروت سے بڑھایا گیا ہے۔ بتاؤ! یزید' حجاج بن یوسف' یا شریف حسین۔ کسی ظالم و جابر نے بھی ایسا کیا تھا؟۔ اور ایسی مداخلت فی الاعتقادیات کر کے کوئی بھی شقی' مدعی عمل کتاب و سنت ہوا تھا۔؟۔ میرا دل جل رہا ہے اور میں ابن سعود کو دعوت مباہلہ لکھ رہا ہوں۔ اور نجدی یزیدیت کو عراقی و شامی یزیدیت سے موجودہ دور ابتلاء میں سخت تر جانتا ہوں۔ اور ہر اس شخص سے جو محرم میں کربلا والے اماموں کے غم منائے التجا کرتا ہوں کہ وہ دعاء کرے کہ نجدیوں سے امام عالی مقام شہید کربلا کے جد فخر اولین و آخرین ﷺ کا روضہ محفوظ رہے۔ اور دنیا سے یہ نشان رحمت نہ مٹنے پائے۔ اور اس کے مٹانے کے آرزو مند اصحاب فیل کی طرح مٹ جائیں۔ اے کربلا والوں کی پاک روحوں کہہ دو۔ آمین۔

جو قابل تھے دار و رسن کے! ہاتھ میں ان کے دار و رسن ہے!

قارئین کرام اوپر دی ہوئی دونوں تصویر کو غور سے دیکھئے یہ دونوں تصاویر جنت المعلی شریف کی ہیں اوپر دی ہوئی تصویر پرانی اور نیچے دی ہوئی تصویر نئی ہے۔

جنت المعلی شریف وہ مقدس قبرستان ہے جسے بلا مبالغہ ہزاروں صحابہ کرام اور سینکڑوں اولیاء کرام اور سلف صالحین کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے ایک زمانہ تھا جب اس قبرستان میں ان تمام اجسام قدسیہ کے مزارات باقاعدہ منظم طریقہ سے قائم تھے اور اہل عقیدت ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ نجدی دیوبندی ٹولے نے اپنے مکروہ و غلیظ عقائد و نظریات کی راہ میں ان اجسام مقدسہ کے مزارات کو رکاوٹ جانا اور شرک و بدعت و تعمیر و توسیع جیسے ڈھکوسلوں کی آڑ میں ان مقدس اجسام پر بلڈوزر چلوا دیے۔ نہ معلوم نجدیوں کو سرکار کریم ﷺ اور ان کے اصحاب اور اہلبیت کرام سے کیا بغض ہے......؟

مدینہ منورہ کا تاریخی قبرستان - جنت البقیع

اوپر دی گئی تصاویر جنت البقیع شریف کی ہیں پہلی تصویر جنت البقیع کی پرانی تصویر ہے جب مدینہ شریف پر اہل محبت کی حکومت تھی اور دوسری تصویر جنت البقیع کی حالیہ تصویر ہے جو کہ نجدیوں کی چیرہ دستیوں کا ایک روح فرسا اور کربناک منظر پیش کرتی ہے۔ جنت البقیع وہ قبرستان ہے کہ جس میں دفن ہونے کی تمنا ہزاروں عشاق کے دلوں میں مچلتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں دفن ہونے والے کے لئے سرکار کی شفاعت جیسی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ ایک ایسا قبرستان کہ جس میں لاتعداد اصحاب رسول مدفون ہیں، ازواج مطہرات، اہل بیت اطہار، اولیاء کاملین آرام فرما ہیں، ایک ایسی ذی مرتبت جگہ جہاں فرشتے اپنا سر جھکاتے ہیں نجدیوں نے ایسی متبرک و مقدس جگہ پر بلڈوزر چلوا دیے۔ اس تاریخی قبرستان کو مسمار کر کے نجدی ٹولے نے مسلمانوں کے دلوں پر ایسا کاری گھاؤ لگایا ہے جو کہ تا دم مرگ مندمل نہیں ہو سکتا۔

اوپر دی گئی دونوں تصاویر سید الشہداء حضرت حمزہ کے مزار پر انوار کی ہیں۔

حضرت حمزہ حضور ﷺ کے سگے چچا ہیں اور کون سا ایسا بدبخت مسلمان ہے جو آپ کی علو مرتبت سے آگاہ نہیں ہے ایک ایسی عظیم ہستی جو کہ شہیدوں کے سردار ہیں اور تمام مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ہیں۔ ان کے مزار کو مسمار کرنا نجدیوں کی وہ شرمناک گستاخی ہے جس کی مثال تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ سید الشہداء کے مزار کو منہدم کرنا بھی اس گروہ کے سرکار کریم ﷺ سے قلبی بغض و عناد کا آئینہ دار ہے۔

ارے مسلمان تو وہ ہے کہ جو اپنے نبی سے نسبت رکھنے والی ہر ہر شئے کو لائق صد احترام اور قابل صد تعظیم سمجھتا ہے لیکن ایک کینہ پرور اور بدباطن گروہ رسول دشمنی میں اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ وہ رسول سے تعلق رکھنے والی ہر ہر شئے کو مٹانا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے۔

اوپر دی گئی تصویر میں جو خاک کا ڈھیر نظر آ رہا ہے وہاں کبھی اہل بیت اطہار کے مزارات اپنے پورے تزک و احتشام کے ساتھ چمک رہے تھے۔

مسلمانو......! ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دو کہ دنیا میں کون سی ایسی قوم ہے کہ جو اپنے قوم کے رہنما کی یادگاروں، نشانیوں اور ان کی بقایا جات کی تعظیم نہیں کرتی اور ان کی حفاظت نہیں کرتی، ہر ہر قوم اور ہر ہر مذہب کے باشندوں کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ اپنے اپنے قوم کے رہنماؤں کی یادگاروں کو حرز جاں بناتے ہیں اور ان نشانیوں اور نسبتوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا بھی یہی طرز عمل رہا ہے اگر ہم تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں تو ہمیں کہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصیت کرتے ہوئے نظر آئیں گے کہ سرکار کریم ﷺ کے ناخن مبارک مرنے کے بعد میری آنکھوں پر رکھ کر مجھے دفن کرنا، کہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نظر آئیں گے جو سرکار کریم ﷺ کے موئے مبارک کو اپنی ٹوپی میں سلائے ہوئے ہیں اور اس ٹوپی کو ہر جنگ میں اپنے ساتھ رکھنا جنگ کی فتح یابی کی علامت سمجھتے ہیں، کہیں ہمیں ایک صحابی رسول نظر آتے ہیں جو سرکار ﷺ کی چادر شریف کو اپنا کفن بنانے کے آرزو مند ہیں، کہیں ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نظرا آئیں گے جو سرکار کریم ﷺ کے منبر شریف پر اپنا ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے اور جسم پر پھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں ہمیں صحابہ کرام کی وہ جماعت نظر آتی ہے جو سرکار کریم ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے آپس میں جھپٹتی اور سبقت کرتی نظر آتی ہے، کہیں ہمیں صحابہ کرام کا وہ گروہ نظر آتا ہے جو سرکار کریم ﷺ کے خط بناتے وقت موجود ہے اور آپ کے تراشیدہ بالوں کو بطور خیر و برکت حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

غرض یہ کہ ہر مسلمان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ سرکار کریم سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھے، مگر حیف ہے نجدی ٹولے پر کہ جس نے سرکار کریم ﷺ کے احسانوں کا بدلہ دینا تو درکنار اس قدر شقاوت اور سنگدلی کا مظاہرہ کیا ہے کہ سرکار کریم ﷺ سے تعلق رکھنے والی ہر ہر چیز کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی ہے۔ جنت المعلی اور جنت البقیع اور صحابہ کرام کے مزارات اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موجود تبرکات و زیارات کے مشاہدہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نجدیوں نے سرکار کریم کی نسبتوں سے جس قسم کے ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے چشم فلک نے آج تک ایسا گھناؤنا اور مکروہ رویہ کسی قوم کا اپنے رہنماؤں اور اس کی یادگاروں اور نشانیوں کے ساتھ نہیں دیکھا۔

آیئے رب کریم کی بارگاہ میں مل کر دعا کریں کہ اے رب کریم ہم عاجز و ناتواں بندے تیرے پیارے حبیب ﷺ کی یادگاروں اور ان سے محبت رکھنے والوں کے اجسام مقدسہ کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک نہیں دیکھ سکتے اے رب تو اپنے پیارے حبیب کے پیارے چمن کو اس نجدی ٹولے کی چیرہ دستیوں سے محفوظ فرما اور ہم سنی مسلمانوں کو پھر سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا جاروب کش بنا دے۔

مزار نبی فاروق بنائیں نشان قبر مٹاتے یہ ہیں
قبروں پہ اہل بیت نبی کے بلڈوزر بھی پھراتے یہ ہیں
مزار نبی کو ختم کرنے کے منصوبے بھی بناتے یہ ہیں
عبادت اور اسلامی رکن پر حج پر ٹیکس لگاتے یہ ہیں
نجد کے قذاقوں کی خاطر حج پر ٹیکس بتاتے یہ ہیں
قذاقوں کی شکل جو دیکھیں اپنے بڑوں کو پاتے یہ ہیں
دیو کے ساز پر نجدی لے میں شرک کے نغمے گاتے یہ ہیں
ہوگا لقب ابلیس کا لیکن شیخ النجد کہلاتے یہ ہیں
حشر میں آگے آ جائے گا کیا کھوتے کیا پاتے یہ ہیں

انیس احمد نوری

امام احمد رضا قادری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلا تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فورا ان سے الگ ہوجاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا ؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے ؟ عمامے نہیں باندھتے ؟ اس کے نام و علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں ؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے، مسلمانو ! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہاں سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان گستاخ سے فورا سخت شدید نفرت نہ کریگا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہید ایمان صفحہ ۶۰۷، مطبوعہ لاہور)

دعوت انصاف

○ کیا آپ حق کا ساتھ دینا اور باطل سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ حق کو سربلند اور باطل کو سرنگوں دیکھنا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ باطل فتنوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ فرقہ ناجیہ کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ بریلوی' دیوبندی نزاع کی اصل وجوہات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ چاہتے ہیں کہ حقیقت آپ پر آشکارا ہو جائے۔
○ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اپنے اور پرائے کی پہچان کرسکیں۔
○ کیا آپ حق پسندوں کو اپنا دوست رکھنا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ قرآنی آیت **واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو** کا صحیح مفہوم جاننا چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح ادائیگی چاہتے ہیں۔
○ کیا آپ اللہ تعالیٰ عزوجل کی محبت اور عشق رسول ﷺ کا صحیح لطف اور لذت اٹھانا چاہتے ہیں۔

تو آپ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے مرکزی دفتر نور مسجد کاغذی بازار کراچی تشریف لائیں یا پھر ہمیں ایک خط لکھیں۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی 74000